سوال

درج ذیل عمل کا دین اسلام میں کیا حکم ہے : خاوند نے دوسرے ماہ کی حاملہ بیوی کا حمل صرف اس بنا پر ساقط کرنے کےلیے دوائی دینے کی کوشش کی تاکہ اسے طلاق دے سکے ، لیکن اس کے باوجود حمل ساقط نہ ہوا، کیا یہ حلال ہے یا حرام ، اوراس کا کفارہ کیا ہے ؟ اور کیا حاملہ بیوی کو طلاق دینا جائز ہے ، اور طلاق سے قبل حق سے دستبردار ہونے کےلیے زبردستی کرنے کا حکم کیا ہے ؟

جواب

ہمہ قسم کی حمد اللہ تعالی کےلیے ، اور درود و سلام ہوں اللہ کے رسول پر ، بعد ازاں :

اول :

حمل ضائع کرنا جائز نہیں چاہے حمل میں روح پڑچکی ہو یا نہ پڑی ہو ، لیکن روح پڑنے کے بعد تو اسقاط حمل کی حرمت تو اور بھی زیادہ شدید ہو جاتی ہے ، اور اگر بیوی کو خاوند حمل ضائع کرنے کا حکم بھی دے تو بیوی کےلیے اس کی اطاعت کرنی حلال نہیں

شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" اسقاط حمل کی کوشش کرنی جائز نہیں ، جب تک کہ اس کی موت کا یقین نہ ہو چکا ہو ، اور جب حمل کی موت کا یقین ہو چکا ہو تو پھر اسقاط حمل جائز ہے

دیکھیں : مجموع فتاوی الشیخ ابن ابراہیم (151/11).

اور شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کہتے ہیں :

اول :

حمل ضائع کرانا جائز نہیں ، اس لیے اگر حمل ہو چکا ہو تو اس کی حفاظت اور خیال رکھنا واجب ہے ، اور ماں کےلیے اس حمل کو نقصان اور ضرر دینا ، اور اسے کسی بھی طرح سے تنگ کرنا حرام ہے ، کیونکہ اللہ تعالی نے اس کے رحم میں یہ امانت رکھی ہے ، اور اس حمل کا بھی حق اس لیے اس کے ساتھ ناروا سلوک اختیار کرنا ، یا اسے نقصان اور ضرر دینا ، یا اسے ضائع و تلف کرنا جائز نہیں

اور پھر حمل کے ضائع اور اسقاط کی حرمت پر شرعی دلائل بھی دلالت کرتے ہیں :

اور آپریشن کے بغیر ولادت کوئی ایسا سبب نہیں جو اسقاط حمل کے جواز کا باعث ہو ، بلکہ بہت سی عورتوں کے ہاں ولادت تو آپریشن کے ذریعہ ہی ہوتی ہے ، تو اسقاط حمل کےلیے یہ عذر نہیں ہو سکتا

دوم :

اگر اس حمل میں روح پھونکی جا چکی ہو ، اور اس میں حرکت ہونے کے بعد اسقاط حمل کیا جائے اور بچہ مر جائے تو یہ ایک جان کو قتل کرنا شمار کیا جائیگا ، اور اسقاط حمل کرانے والی

عورت کے ذمہ کفارہ ہوگا جوکہ یہ ہے :

ایک غلام آزاد کرنا ہے، اگر وہ غلام نہ پائے تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنا اس کی توبہ شمار ہوگی، اور یہ اس وقت ہے جب حمل چار ماہ کا ہوچکا ہو، کیونکہ اس میں اس وقت روح پھونکی جاچکی ہوتی ہے، اس لیے اگر اس مدت کے بعد اسقاط حمل کرائے تو اس پر کفارہ لازم آئیگا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، اور یہ معاملہ بہت عظیم ہے اس میں تساہل اور سستی کرنی جائز نہیں

اور اگر بیماری کی بنا پر وہ حمل برداشت نہیں کرسکتی تو وہ حمل سے قبل ہی مانع حمل ادویات کا استعمال کرے، مثلا وہ ایسی گولیاں استعمال کرلے جو کچھ مدت تک حمل کے لیے مانع ہوتی ہیں، تاکہ اس عرصہ کے دوران اس کی صحت اور قوت بحال ہوجائے

دیکھیں : المنتقی (5/301-302) اختصار کے ساتھ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال کیا گیا :

ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا : اپنا حمل گرادو اس کا گناہ میرے ذمہ، تو اگر وہ اس کی بات سن کر اس پر عمل کرلے تو ان دونوں پر کیا کفارہ واجب ہوگا ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

اگر بیوی ایسا کرلے تو ان دونوں پر کفارہ یہ ہے کہ وہ ایک مومن غلام آزاد کریں، اور اگر غلام نہ ملے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھیں، اور ان دونوں کے ذمہ اس کے وارثوں کو ایک غلام یا لونڈی کی دیت دینا ہوگی جس نے اسے قتل نہ کیا ہو، باپ کو نہیں، کیونکہ باپ نے تو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے وہ کسی بھی چیز کا مستحق نہیں اھ

اور ان کی یہ عبارت :

" غرة عبد او امة "

یہ ایک غلام یا لونڈی کی قیمت کی شکل میں بچے کی دیت ہے، اور اس کا اندازہ ماں کی دیت کے عشر کے مطابق علماء کرام لگائینگے

اسقاط حمل کا حکم کئی ایک جوابات میں بیان ہوچکا ہے جن میں سے چند ایک جواب دیکھنے کے لیے آپ سوال نمبر (13317) اور (42321) اور (12733) کے جوابات کا مطالعہ کریں

دوم :

رہا مسئلہ حاملہ عورت کو طلاق دینا تو یہ طلاق سنت شمار ہوتی ہے لیکن آج کے دور میں بہت سے لوگوں میں یہ مشہور ہوچکا ہے کہ یہ سنت کے مخالف ہے، لیکن ان کے اس قول کی کوئی اصل اور دلیل نہیں

امام مسلم رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا قصہ نقل کیا ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

" اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرلے، پھر اسے طہر یا حمل کی حالت میں طلاق دے "

صحیح مسلم حدیث نمبر (1471).

ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اور حاملہ عورت کو حمل کے شروع سے لیکر وضع حمل تک طلاق دینے کے مسئلہ میں علماء کرام کے مابین کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اس کی عدت وضع حمل ہے، اور اسی طرح ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کو حکم دیا کہ یا تو وہ اپنی بیوی کو طہر کی حالت میں طلاق دیں، یا پھر حمل کی حالت میں، اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کی اول یا آخر کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی

دیکھیں : التمہید (80/15).

ہم نے سوال نمبر (12287) کے جواب میں حاملہ عورت کو طلاق دینے کے مسئلہ میں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا فتوی بھی ذکر کیا ہے آپ اس کا مطالعہ کر لیں

سوم :

خاوند کے لیے بیوی کی رضامندی اور خوشی کے بغیر اس کا کوئی مال لینا جائز نہیں، اور اس کے مال میں اس کا مہر بھی شامل ہے، الا یہ کہ وہ کوئی واضح اور ظاہر فحش کام کرے؛ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

تو اگر وہ تمہیں بخوشی ورضا اپنی جانب سے کچھ دے دیں تو اسے ہنسی خوشی کھا لو النساء (4).

اور اس لیے بھی کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے :

اور تم انہیں (اپنی بیویوں کو) تنگ مت کرو تا کہ تم نے جو انہیں مال دیا ہے اس میں کچھ لے لو، مگر یہ کہ وہ واضح فحاشی کریں النساء (19).

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ اگر ازدواجی زندگی میں خرابی عورت کی جانب سے ہو تو پھر اس کا مال لیا جا سکتا ہے، لیکن اس کے برعکس صورت میں نہیں

اور ابن منذر نے نعمان رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ : اگر مرد کی جانب سے ظلم وستم ہو اور حسن معاشرت نہ ہو اور بیوی نے خلع طلب کیا تو جائز ہے، اور اسے جاری کیا جائیگا، اور خاوند گنہگار ہوگا، اس نے جو کچھ کیا وہ اس کے لیے جائز نہیں، اور جو کچھ خاوند نے لیا ہے اسے واپس کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا!

ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں :

اور اس کا یہ قول کتاب اللہ، اور سنت نبویہ، اور عموم اہل علم کے اجماع کے خلاف ہے

دیکھیں : المغنی ابن قدامہ (137/3).

مجموع الفتاوی میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"تو کسی بھی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ بیوی کو اس طرح تنگ کرے اور اس سے روک لے تا کہ وہ اسے مہر کا کچھ حصہ دے، اور نہ ہی اس غرض کی بنا پر بیوی کو مارنا جائز ہے

لیکن اگر وہ کوئی واضح فحش کام کرے تو پھر خاوند کو حق ہے کہ وہ اس کا فدیہ لینے کے لیے اسے تنگ کر سکتا ہے، اور اسے زدوکوب بھی کر سکتا ہے، اور یہ اس شخص اور اللہ تعالی کے مابین ہے

اور بیوی کے خاندان والے حق کو چھان پھٹک کر اس کا ساتھ دینگے جو حق پر ہے، اور اس کی معاونت کرینگے، اگر تو ان کے لیے یہ واضح ہو کہ عورت نے ہی زیادتی اور اللہ کی حدود سے تجاوز کیا ہے، اور خاوند کے بستر پر خاوند کو ہی اذیت دی ہے، تو وہ عورت ظالم اور زیادتی کرنے والی ہے، اس سے بدلہ اور فدیہ لینا چاہیے " اھ

دیکھیں: مجموع الفتاوی (283/32).

اور واضح اور ظاہر فحاشی و فحش کام کا معنی درج ذیل فرمان باری تعالی میں بیان ہوا ہے:

اور تم انہیں (بیویوں کو) تنگ مت کرو تاکہ تم نے جو انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو، الا یہ کہ وہ واضح اور ظاہر فحش کام کریں النساء (19).

اس سے مراد زنا، بے سمجھی اور سوء معاشرت ہے، مثلا فحش کلام اور خاوند کو اذیت سے دوچار کرنا

دیکھیں: تفسیر السعدی صفحہ (242).

واللہ اعلم.

الاسلام سوال و جواب

82334